



عصر حاضر میں جانوروں کو ادھیہا پر دینے کے مروجہ معاملہ کا جائزہ اور متبادل صورتیں

An Analysis of current practice of feeding animals and its alternatives

Dr. Muhammad Abdullah*

Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Abstract

There is a transaction among the people in our society which called Adhea. Its process is that a people give his animal to another for bringing up. Then the second person perform his duty and after some years when this animal becomes adult or born a child, then the owner him this child to second person or sell this animal and profit divides between them. This transaction is not according to the Islamic rules. So the wages and time period of work are not fixed. There are some other alternate situations to solve the problem of this issue. If we manage our transaction according to that we can act upon the Fiqe Hanafi. This is a current issue of our age we can change our transactions according to these opinions which is in the light of islamic rules and regulation.

Keywords: Animals, Exchange, Adhea.

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات بنایا ہے، اس میں جہاں عقائد، عبادات اور اخلاقیات کے بارے رہنمائی کی گئی ہے، وہاں معاملات اور معاشیات کے بارے بھی مکمل طور پر رہنمائی موجود ہے، قرآن کریم میں ان اصولوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور حدیث نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مختلف اقسام کی وضاحت فرمادی، مزید فقہاء کرام نے قرآن و حدیث کی ان نصوص کی روشنی میں ان احکامات کی وضاحت کردی، اس کے ساتھ ساتھ روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے جدید مسائل کے حل کے لیے بھی قرآن و حدیث کی انہی نصوص کی روشنی میں امت مسلمہ کی رہنمائی کی، اور بہت سے ایسے مسائل کا حل پیش کیا کہ جن سے لوگوں کو عام طور پر اور خاص طور پر واسطہ پڑتا ہے، انہی مسائل میں سے ہمارے معاشرے میں پیش آمدہ ایک اہم مسئلہ جانوروں کو ادھیہا پر پرورش کے لیے دینے کا بھی ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ لوگ جانوروں کو اس طرح پرورش پر دیتے ہیں، جس کو

عرف میں ادھیار دینے کا کہتے ہیں، گویا کہ مویشیوں کو نصف نفع کی شرط کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو پرورش کے لیے دینا اور اس میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں اس کی مختلف صورتیں رائج ہیں مثلاً:

- 1- ایک شخص عمران ایک گائے خرید کر اسلم کو دیتا ہے اور اس طرح معاملہ کرتا ہے کہ اسلم مقررہ مدت مثلاً ایک سال تک اس گائے کی پرورش اور خدمت کرے گا، پھر مقررہ مدت کے بعد اس جانور کی قیمت لگوائی جائے گی، اور اس کی جو قیمت ہوگی فریقین میں سے جو چاہے گا اس جانور کی وہ قیمت دوسرے کو ادا کرے وہ جانور رکھ لے گا۔
- 2- ایک شخص عمران ایک گائے خرید کر اسلم کو دیتا ہے اور اس طرح معاملہ کرتا ہے کہ اسلم مقررہ مدت مثلاً ایک سال تک اس گائے کی پرورش اور خدمت کرے گا، اور سال کے بعد اس میں جو بھی اضافہ ہوگا وہ آپس میں تقسیم کر لیں گے۔
- 3- ایک شخص عمران ایک گائے خرید کر اسلم کو دیتا ہے اور اس طرح معاملہ کرتا ہے کہ اسلم مقررہ مدت مثلاً ایک سال تک اس گائے کی پرورش اور خدمت کرے گا، اور سال کے بعد جب اس کے بچہ ہوگا تو بچہ اسلم کا اور گائے اصل مالک کی ہوگی۔
- 4- ایک شخص عمران ایک گائے خرید کر اسلم کو دیتا ہے اور اس طرح معاملہ کرتا ہے کہ اسلم مقررہ مدت مثلاً ایک سال تک اس گائے کی پرورش اور خدمت کرے گا، اور جو بچہ پیدا ہوگا وہ دونوں کا آدھا آدھا ہوگا اور اگر دو بچے ہوئے تو ایک مالک کا اور دوسرا پرورش کرنے والے کا ہوگا۔

5- ایک شخص عمران ایک گائے خرید کر اسلم کو دیتا ہے اور اس طرح معاملہ کرتا ہے کہ اسلم مقررہ مدت مثلاً ایک سال تک اس گائے کی پرورش اور خدمت کرے گا، پہلی مرتبہ جب گائے بچہ جنے کی تو اس وقت پرورش کرنے والا اس سے فائدہ اٹھائے گا اور جب وہ دوسری مرتبہ بچہ جنے گی تو عمران اب اسلم سے یہ کہے گا کہ اس گائے کی قیمت لگواؤ، اور پھر اس کی نصف قیمت یا تو عمران دے کر ساری گائے واپس لے لے گا اور یا اسلم اس کی نصف قیمت عمران کو دے کر ساری گائے کا خود مالک بن جائے گا۔

شرعی طور پر جائزہ لینے سے اس کی حیثیت کچھ اس طرح معلوم ہوتی ہے، آج کل مویشیوں میں بٹائی پر لین دین اور نصف پر دینے کا عام رواج ہے، مذکورہ صورتیں مذہب حنفیہ کے مطابق ناجائز ہے، اور اجارہ فاسدہ ہے اس کو فسخ کرنا واجب ہے، اور اگر معاملہ فسخ کرنے سے پہلے ایک یا کئی بچے ہو گئے تو وہ بچہ یا بچے اصل مالک کے ہوں گے اور پرورش کرنے والے کو اجرت مثل ملے گی اور اگر اس نے چارہ وغیرہ خرید کر یا اپنی ملکیت کا کھلایا تو اس کی قیمت بھی واجب ہوگی، اور اگر مباح چراگاہ میں چرایا تو اس کی کوئی قیمت واجب نہ ہوگی۔ جیسا کہ الفتاویٰ الہندیہ میں ہے:

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما أنصافا فالإجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن علفها من علف هو ملكه لا ما سرحها في المرعى

ویرد کل اللبن إن كان قائما وإن أتلِف فالمثل إلى صاحبها لأن اللبن مثلي¹-(1)۔(ب)

"گائے کسی شخص کو اس شرط پر دی کہ اسے چارہ کھلائے، البتہ جو دودھ اور گھی ہوگا وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا، یہ اجارہ فاسدہ ہے، بلکہ گائے کے مالک کے ذمہ اس شخص کے لیے جانور کے ٹھہرانے کی اجرت اور اس کے چارے کی

قیمت ہوگی بشرطیکہ وہ اس چارے میں سے کھلائے جس کا وہ شخص خود مالک ہے، نہ کہ اس جانور کو کسی چراگاہ میں چرائے (تو اس صورت میں چارے کی قیمت کا حقدار نہ ہوگا) اور اگر دودھ باقی ہو تو وہ اس کے مالک کو واپس دیا جائے، لیکن اگر وہ دودھ استعمال کر لیا تو اس کی قیمت مثلی اس کے مالک کو ادا کرے، کیونکہ دودھ مثلی اشیاء میں سے ہے۔"

اس مروجہ معاملہ کے فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جانور کو نصف حصے کے عوض پرورش کیلئے دینا یا آئندہ ہونے والے بچوں میں شرکت کی شرط پر دینا "اجارہ" (کرایہ) کا معاملہ ہے، اور اس میں چونکہ اجیر (جانور پالنے والے) کی اجرت اور مدت دونوں متعین نہیں بلکہ مجہول ہیں، جیسا کہ درمختار میں ہے:

الاجارة... شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة²

"اجارہ... اس کی شرط میں ہے کہ اجرت اور نفع متعین ہو، کیونکہ ان دونوں کی جہالت تنازع پیدا کر دیتی ہے۔"

اسی طرح مزید رقمطراز ہیں:

فلو دفع بزر القز او بقرة او دجاجا لآخر بالعلف مناصفة فالخارج كله للمالك لحدوثه من ملكه

وعليه قيمة العلف (ای ان کان مملوکا) واجر مثل العامل³

"اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کو ریشم کا کپڑا، یا گائے یا مرغی اس طرح معاملہ کر کے دی کہ وہ ان کی پرورش کرے اور وہ جانور ان دونوں کے مابین نصف نصف حصے کے مالک ہوں گے، جبکہ جو پیدوار ہوگی وہ سب مالک کی ہوگی کیونکہ اس میں اسی کی ملکیت ہے، اور اس پرورش کرنے والے کے لیے چارے کی قیمت ہوگی یعنی کہ اگر وہ اس چارے کا مالک ہو، اور عامل کی اجرت مثلی ہوگی۔"

وہ جہالت اس طرح ہے کہ اس جانور کی مکمل قیمت خرید یا قیمت خرید کا متناسب حصہ نکالنے کے بعد اجیر کے لئے کچھ رقم بچے گی بھی یا نہیں؟ اور بچے گی تو وہ کتنی ہوگی؟ اور اگر فروخت ہونے سے پہلے جانور مر گیا تو اجیر کو بطور اجرت کچھ بھی نہیں ملے گا اور اس کی محنت ضائع ہوگی؟ جانور کی آگے نسل بڑھے گی بھی یا نہیں؟ اور کتنی مدت میں نسل پیدا ہوگی؟ جانور کو کب بیچا اور تقسیم کیا جائے گا یعنی کتنے دن اس کو پالنا ہوگا؟ اگرچہ بعض جگہ یہ آخری بات یعنی جانور کی پرورش کی مدت متعین کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود دیگر مفاسد پھر بھی موجود رہتے ہیں، ان جہالتوں کی وجہ سے یہ اجارہ فاسد اور ناجائز ہے، اور عام طور پر اس طرح کے معاملات میں چارے کا خرچ جانور پالنے والے کے ذمہ مشروط ہوتا ہے، یہ شرط جائز نہیں اس کی وجہ سے بھی معاملہ فاسد ہوگا کیونکہ پرورش کرنے والا اس وقت تو چارہ کا خرچ برداشت کر رہا ہے لیکن آئندہ اس جانور میں اس پالنے والے کا منافع درج بالا وجوہات کی وجہ سے غیر یقینی اور موہوم ہے۔ اس معاملہ کی جائز صورتیں یہ ہو سکتی ہیں، ان میں سے کوئی صورت اختیار کی جاسکتی ہے:

(1)۔۔۔ اس معاملہ میں پالنے والے کو اجیر یعنی ملازم رکھا جائے اور اجیر کی اجرت اور جانور پالنے کی مدت متعین کر لی جائے تو ایسی صورت میں یہ معاملہ جائز ہوگا، جیسا کہ درمختار میں ہے:

الاجارة----- شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة⁴

"اجارہ۔۔۔۔۔ اس کی شرط میں ہے کہ اجرت اور نفع متعین ہو، کیونکہ ان دونوں کی جہالت تنازع پیدا کر دیتی ہے"

اور اس میں اجارہ کے تمام احکام جاری ہونگے، اور چارہ کا خرچ بھی مالک کے ذمہ ہوگا۔

(2)۔۔۔ اس معاملہ میں پرورش کرنے کی اجرت رقم کی شکل میں متعین طور پر الگ سے طے کر لی جائے، بچہ دینا یا جانور کو تقسیم کرنا طے نہ کیا جائے، جیسا کہ علامہ شامی ردالمحتار میں رقمطراز ہیں:

وعلى هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين. فما حدث فهو لصاحب البقرة وللاخر

مثل علفه وأجر مثله، تاترخانية -⁵

"اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کو گائے پرورش کے لیے دی، اور اس سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ ان دونوں افراد کے

درمیان نصف نصف (بطور ملکیت) شمار ہوگا، جبکہ جو بچہ پیدا ہو گا وہ گائے کے اصل مالک کا ہوگا اور دوسرے یعنی خدمت

کرنے والے کو اس کے چارے کی قیمت اور اجرت مثلی دی جائے گی۔"

البتہ بعد میں یعنی جس وقت جانور یا اس کا بچہ فروخت کرنے لگیں تو اگر اجرت کی رقم کے عوض بچہ یا نصف جانور کی خرید و فروخت کر لی جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

(3)۔۔۔ مالک اپنے جانور کا نصف حصہ جانور پالنے والے شخص کو قیمت طے کر کے فروخت کر دے اور دوسرا شخص اس سودے کو قبول

کرے، پھر چاہے تو بالغ اس کی قیمت وصول کر لے (اگر اس وقت وہ خریدار اس کی نصف قیمت نہیں دے سکتا تو یہ اس پر قرض ہوگی جو

بعد میں کسی بھی وقت وہ نصف قیمت مالک کو ادا کر دے) یا وہ مالک اس کی قیمت معاف کر دے اور یہ کہے کہ تم ان کی پرورش کرو، اس

کو اور اس سے ہونے والے بچوں کو ہم آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں گے، جیسا کہ الفتاویٰ الہندیۃ میں اس کے جواز کی یہ

صورت بھی ذکر کی ہے:

والحيلة في ذلك أن يبيع نصف البقرة من ذلك الرجل ونصف الدجاجة ونصف بذر الفليق بثمان

معلوم حتى تصير البقرة وأجناسها مشتركة بينهما فيكون الحادث منها على الشركة كذا في

الظهيرية-⁶

"اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس شخص کو نصف گائے فروخت کر دے، اور نصف مرغی بیچ دے، اور نصف بیچ متعین قیمت کے

ساتھ بیچ دے، تاکہ وہ گائے اور اس کی جنس سے جو اشیاء بھی ہوں وہ دونوں اشخاص کے مابین مشترک ہو جائیں، پھر جو

بھی نفع ہو گا وہ دونوں میں برابر مشترک ہوگا۔ اسی طرح ظہیر یہ میں ہے۔"

البتہ اس صورت میں اگر یہ (جانور پالنے والا) شخص اصل مالک سے چارے وغیرہ کا نصف خرچہ وصول کرنا چاہے تو وصول کر سکتا

ہے اور معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔ نیز جتنے فیصد حصہ بیچا جائے گا بعد میں اسی تناسب سے شرکت رہے گی یعنی اگر پچاس فیصد

کے بجائے مثلاً تیس فیصد جانور بیچا تو بعد میں پیدا ہونے والے بچوں میں بھی اسکی شرکت تیس فیصد ہی ہوگی، اور اس صورت میں جو

بچے ہوں گے، یا دودھ یا اون کی جو منفعت حاصل ہوگی، اصل جانور کی طرح وہ سب بھی دونوں کے درمیان مشترک رہے گی، اور اگر

آئندہ یہ دونوں معاملہ ختم کرنا چاہیں تو کوئی شریک اپنی مرضی و خوشی سے اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے، اس صورت میں خریدنے والا پورے جانور کا مالک ہو جائے گا، یا دونوں وہ جانور کسی اور کے ہاتھ فروخت کر کے اس کا پیسہ آپس میں آدھا آدھا تقسیم کر لیں۔

(4)۔۔۔ جانور کا مالک آدھا حصہ پالنے والے کو ہبہ کر کے قبضہ بھی دیدے، اور باقی تمام وہی تفصیل ہوگی جو اس سے پہلے والی صورت میں ذکر کی گئی ہے۔ یہ صورت بھی جائز ہے، کیونکہ بیع یا ہبہ کی صورت میں جانور دونوں کے درمیان مشترک ہو جائیگا اور پھر اس سے جو کچھ بھی حاصل ہو گیا اس میں جو اثراجات ہوں گے اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ البتہ اس صورت میں اگر یہ (جانور پالنے والا) شخص اصل مالک سے چارے وغیرہ کا نصف خرچہ وصول کرنا چاہے تو وصول کر سکتا ہے اور معاف کرنا چاہے تو معاف کر سکتا ہے۔

البتہ اگر کسی وقت کسی مقام پر اس مسئلہ میں اس قدر ابتلاء عام ہو جائے کہ اس سے بچنا ممکن نہ ہو سکتا ہو اور وہاں کا عرف بھی اس مروجہ صورت کو اس قدر اختیار کر چکا ہو کہ اس سے نکلنے میں بہت سے مفسد کا سامنا ہو رہا ہو اور ضرورت شدیدہ بھی متحقق ہو چکی ہو اور وہ تمام شرائط بھی پائی جا رہی ہوں کہ جن کی بنیاد پر مذہب غیر پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے تو پھر ان حالات میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا مشورہ دیتے ہوئے انتہائی فقیہانہ اور حکیمانہ فیصلہ دیا جس کو امداد الفتاویٰ کے حوالے سے ذیل میں درج کیا گیا ہے۔

امداد الفتاویٰ میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ایک استفتاء کے جواب میں فتاویٰ ابن تیمیہ (الاختیارات الفقیہ) از امام ابن تیمیہ حنبلی کے حوالہ سے مروجہ عقد اجارہ کے بارے یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

"خفیۃ کے قواعد پر تو یہ عقد ناجائز ہے، جیسا کہ سوال میں عالمگیریہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، لیکن بنا پر نقل بعض اصحاب امام احمد کے نزدیک اس میں جواز کی گنجائش ہے، پس تحریر احوط ہے، اور جہاں ابتلاء شدید ہو توسع کیا جاسکتا ہے۔" ⁷

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے اس کو اصل کتاب کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

امام ابن تیمیہ کی کتاب "الاخبار العلمیۃ من الاختیارات الفقیہیۃ" میں ہے:

ولو دفع دابته أو نخله إلى من يقوم به وله جزء من نمائه، صح وهو، رواية عن أحمد۔⁸

"اگر کسی نے اپنا جانور یا کھجور کا درخت کسی کو دیا کہ وہ اس کی نگہداشت کرے، تو اس شخص کے لیے اس کی بڑھوتری

میں سے ایک حصہ ہے، یہ قول صحیح ہے، جو کہ امام احمد کی ایک روایت ہے"

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جدید فقہی مسائل میں اس مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس تکلف کی بجائے موجودہ زمانہ میں عرف و رواج کی بنیاد پر حنبلہ رحمہ اللہ کا نقطہ نظر

اختیار کرنے کی گنجائش ہے، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔" ⁹

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے عرف و رواج ہی کو بنیاد بنا کر اس مسئلہ میں مذہب غیر کے مطابق حکم لگانے کی گنجائش ذکر کی ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں اہل علم حضرات نے بہت سی جائز صورتیں بھی پیش کی ہیں، جن کو اختیار کرتے ہوئے اپنے معاملے کو فقہ حنفی کے مطابق ہی درست کیا جاسکتا ہے، جہاں تک ان صورتوں کے بارے علم نہ ہونے کا مسئلہ ہے تو وہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ علماء کرام سے رابطہ کر کے ان صورتوں کو معلوم کریں اور اپنے معاملے کو فقہ حنفی کے مطابق ہی شریعت کے مطابق کر لیں۔ غالباً فی الحال اس قدر اس مسئلہ میں ضرورت شدیدہ متحقق نہیں ہو رہی ہے کہ جس کو بنیاد پر اس مسئلہ میں مذہب غیر پر فتویٰ دیا جاسکتا ہو، البتہ جب ضرورت متحقق ہو جائے گی تو امداد الفتاویٰ کی عبارت کے مطابق فتویٰ دینے کی گنجائش بھی ہو جائے گی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے فتویٰ تو وہی ارشاد فرمایا جو جمہور علماء حنفیہ کا ہے، اور اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ اسی پر عمل کرنے میں احتیاط بھی ہے، اور "ابتلاء شدید" کی قید لگا کر یہ واضح فرمادیا کہ اگر کسی زمانے میں ایسی صورت بن جائے کہ اس میں ابتلاء شدید ہو جائے اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو تو پھر امام ابن تیمیہ کی عبارت کے مطابق حنبلی مذہب پر فتویٰ دینے کی گنجائش ہے۔

اہل فتاویٰ کی تصدیقات کے لیے اس کو چند دارالافتاء میں ارسال کیا گیا، وہاں سے یہ جوابات ارسال ہوئے جن کا حاصل ذیل میں دیا گیا ہے: جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کو یہ تحقیق ارسال کی گئی، وہاں کے رئیس الافتاء مفتی سید عبدالقدوس نے یہ جواب ارسال کیا:

"احقر نے عزیز محترم مولوی محمد عبداللہ چنیوٹی سلمہ اللہ تعالیٰ کا تحریر کردہ مرسلہ فتویٰ پڑھا سوال میں جتنی صورتیں لکھی گئی تھیں چونکہ وہ سب اجارہ فاسدہ کی ہیں، اس لیے اصولی طور پر یہ جواب کہ "یہ سب ناجائز اور واجب الفسخ ہیں" بالکل صحیح اور قواعد احناف کے مطابق ہے۔۔۔ اسی طرح عزیز حبیب سلمہ نے متبادل کے طور پر جو صورتیں ذکر کی ہیں وہ سب بلاشبہ صحیح اور درست ہیں، ان پر عمل کرنے سے یہ معاملہ اجارہ فاسدہ سے نکل جائے گا اور بلاشبہ صحیح ہوگا، فلہذا ان صورتوں کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

اب رہا یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہاں یہ سب صورتیں جائز ہیں، اور ابتلاء شدید کے وقت احناف کے لیے بھی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے، جیسا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے بھی امداد الفتاویٰ میں اس کی تصریح فرمائی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ گنجائش اس وقت ہے جب اپنے مذہب پر عمل نہ کر سکتا ہو، اور ابتلاء بھی شدید ہو، جبکہ یہاں ایسی متبادل صورتیں موجود ہیں جن کی موجودگی میں اپنے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے، اور پھر ابتلاء شدید میں بھی کلام ہے۔

اس لیے احقر کے خیال میں جو شخص ایسا کرنا چاہے اس کو یہی جواب دیا جائے جو یہاں دیا گیا ہے، لیکن جہاں اجارہ فاسدہ پر عمل کیا جا چکا ہو، اور اس کے فسخ میں بھی حرج ہو نیز متبادل صورتوں پر عمل بھی مشکل ہو، وہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتویٰ جواز پر فتویٰ اور عمل کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔"

اسی طرح یہ تحقیق دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کو بھی بذریعہ ای میل ارسال کی گئی، وہاں کے مفتیان کرام میں سے مفتی محمد نعمان سینٹاپوری، مفتی حبیب الرحمن اور مفتی محمود حسن بلند شہری نے درج ذیل جواب ارسال کیا:

"تصدیق کی جاتی ہے کہ جانور کو بٹائی پر دینے کی مختلف جائز و ناجائز صورتوں کے متعلق جناب مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ (سابق مفتی و استاذ جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا) کا منسلک فتویٰ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح و درست ہے، ہم اس سے اتفاق کرتے ہیں۔"

ایک اشکال اور اس کا جواب

مفتی شبیر احمد قاسمی نے فتاویٰ قاسمیہ میں اس موضوع پر ایک اشکال کا عمدہ جواب بھی تحریر کیا ہے، جس کا حاصل ذیل میں دیا گیا ہے:

اس صورت مسئلہ پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ مادہ جانور کو اگر کوئی شخص ادھیپا پر دے تو اس کے ناجائز ہونے کی اصل علت کیا ہے؟ جس کی وجہ سے یہ معاملہ کرنا درست نہیں، جبکہ مزارعت میں اگر کسی ایک شخص کی طرف سے زمین ہو اور باقی کام جن میں بل چلانا، بیج ڈالنا اور اس کا انتظام کرنا وغیرہ عامل کی جانب سے ہو، تو یہ جائز ہے، اگر اس کو ادھیپا کے معاملہ پر قیاس کریں تو اس کو بھی ناجائز ہونا چاہیے، وگرنہ ادھیپا والا معاملہ بھی جائز ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مادہ جانور کو ادھیپا پر دینے کی صورت میں جو کچھ دیکھ بھال کرنے والے کو دودھ یا پیدا ہونے والے بچوں کی شکل میں ملتا ہے، یہ گویا کہ اس کے عمل یعنی اس کی دیکھ بھال کرنے، اور چارہ ڈالنے کی اجرت ہے، اور اجارہ میں مدت اجارہ اور اجرت و منفعت کا متعین ہونا ضروری ہے، اگر مدت اجارہ یا اجرت متعین نہ ہو تو ایسا عقد شرعاً فاسد ہوتا ہے، اور ایسا عقد جائز نہیں ہوتا، جبکہ مادہ جانور کو ادھیپا پر دینے کی صورت میں یہ سب چیزیں متعین نہیں ہوتیں، اسی وجہ سے یہ معاملہ جائز نہیں۔

اس کے مقابلہ میں مزارعت میں بیج انسان اپنے ہاتھ سے بوتا ہے، اور ادھیپا کے معاملہ میں جانور کے بیج یعنی مادہ منویہ میں انسان کا کوئی دخل نہیں، بلکہ اس میں جانوروں کا آپس کا دخل ہے، اسی طرح نر اور مادہ جانور کے جانتے کرنے کے بعد مادہ جانور کے پیٹ میں نطفہ ٹھہر چکا ہے یا نہیں؟ اس کا علم انسان کو نہیں ہوتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اور مادہ جانور کے پیٹ میں جو بچہ پرورش پاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں پرورش پاتا ہے، اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اس طرح ادھیپا کے معاملہ میں ہر چیز غیر معلوم اور غیر متعین یعنی مجہول ہے، اور زمین میں بیج بونے اور پھر پودا لگنے، اس کے بعد کھاد اور اس کی ہر طرح کی حفاظت سب کچھ انسان کی نگرانی میں ہوتا ہے، اس طرح مزارعت میں ہر چیز معلوم و متعین ہے اس لیے ادھیپا کے معاملہ اور مزارعت کے معاملہ کے مابین کوئی مناسبت نہیں، لہذا ادھیپا کے معاملہ کو مزارعت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ (10)

گویا کہ اس معاملہ کو مزارعت پر قیاس نہیں کر سکتے، کیونکہ دونوں معاملات میں بہت سے فروق ہیں، جس کی وجہ سے ایک کا

دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس میں اکثر لوگ مبتلا ہیں کہ لوگ جانوروں کو ادھیپا پر دے دیتے ہیں، اور جس طرح معاملہ طے پاتا ہے اس کی عوام میں رائج صورتیں مذہب حنفی کے مطابق ناجائز ہیں اور اجارہ فاسدہ کے حکم میں ہیں، اس کو فتح کرنا واجب ہے، اس مروجہ معاملہ کے فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے اس اجارہ کے معاملہ میں اجرت اور مدت دونوں مجہول ہیں، البتہ اگر

کسی وقت کسی مقام پر اس مسئلہ میں اس قدر ابتلاء عام ہو جائے کہ اس سے بچنا ممکن نہ ہو سکتا ہو اور وہاں کا عرف بھی اس مروجہ صورت کو اس قدر اختیار کر چکا ہو کہ اس سے نکلنے میں بہت سے مفاسد کا سامنا ہو رہا ہو اور ضرورت شدیدہ بھی متحقق ہو چکی ہو، گویا کہ وہ تمام شرائط پائی جا رہی ہوں کہ جن کی بنیاد پر مذہب غیر پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے تو پھر ان حالات میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ: "حنفیہ کے قواعد پر تو یہ عقد ناجائز ہے، جیسا کہ سوال میں عالمگیریہ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، لیکن بنا پر نقل بعض اصحاب امام احمد کے نزدیک اس میں جواز کی گنجائش ہے، پس تحرر زاحوط ہے، اور جہاں ابتلاء شدید ہو توسع کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے عصر حاضر میں عرف و رواج ہی کو بنیاد بنا کر اس مسئلہ میں مذہب غیر (امام ابن تیمیہ حنبلی) کے مطابق حکم لگانے کی گنجائش ذکر کی ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں حنفی اہل علم حضرات نے ایسی بہت سی جائز صورتیں بھی پیش کی ہیں، جن کو اختیار کرتے ہوئے ہم اپنے معاملے کو فقہ حنفی کے مطابق درست کر سکتے ہیں۔

References

- 1 (i) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الاجارۃ، الباب الخامس، الفصل الثالث فی تفسیر الطحان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1421ھ، 2000ء۔ 502/4۔
- (ب) فتاویٰ قاضی خان جدید، زکریا، 2/210؛ تاتار خانیہ، زکریا، 7/505، رقم 11، 10؛ فتاویٰ برازیہ جدید، زکریا، 2/22، 21۔ بحوالہ فتاویٰ قاسمیہ؛ فتاویٰ قاسمیہ، مفتی شبیر احمد قاسمی، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ ہند، 1437ھ، 625/21۔
- 2 در مختار، کتاب الاجارۃ، دار عالم الکتب، الریاض، طبع 1423ھ، 2003ء۔ 7/9۔
- 3 الدر المختار و رد المحتار، 7/260-261؛ مجمع الضمانات فی مذہب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، ابو محمد بن غانم البغدادی، القسم الثانی فی الاجیر، تحقیق: محمد احمد سراج، علی جمعہ محمد، دار الکتب الاسلامی، 1/116۔
- 4 در مختار، کتاب الاجارۃ، 7/9۔
- 5 رد المحتار، کتاب الشرکۃ، فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ، محمد امین ابن عابدین، دار عالم الکتب، الریاض، طبع 1423ھ، 2003ء۔ 6/504؛ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق شرح کتزالد قائق، باب البیع الفاسد، دار الکتب الاسلامی، 85/6؛ شرح فتح القدیر، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، دار الفکر، بیروت، 6/421۔
- 6 الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الشرکۃ، الباب الخامس فی الشرکۃ الفاسدۃ، شیخ النظام وجماعۃ من العلماء الہند، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1421ھ، 2000ء۔ 346/2۔
- 7 امداد الفتاویٰ، مولانا اشرف علی تھانوی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 3/343۔
- 8 الاخبار العلمیہ من الاختیارات الفقہیہ للشیخ الاسلام ابن تیمیہ، باب الشرکۃ، علاؤ الدین ابوالحسن علی بن محمد الدمشقی الحنبلی (802ھ م)، تعلیق: محمد بن صالح العثیمین، تحقیق: احمد بن محمد بن حسن الخلیل، دار العاصمہ للنشر والتوزیع، ص 214۔
- 9 جدید فقہی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، زمزم پبلشرز، کراچی، طبع 2010ء۔ 1/275۔
- 10 فتاویٰ قاسمیہ، مفتی شبیر احمد قاسمی، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند۔ ہند، 1437ھ، 625/21۔